انقلاب سے غداری

مصنف: لیون ٹراٹسکی

مترجم: خالد مسعود

پیشکش: رضوان عطا

پبلشر: جدوجہد پبلی کیشنز (40۔ایبٹ روڈ، لاہور)

تیسرا باب

سوشلزم اور ریاست

عبوری حکومت

کیا جس طرح کہ سرکاری اہل کار اصرار کرتے ہیں؟ یہ سچ ہے کہ سوویت یونین میں سوشلزم کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اور اگر نہیں تو کیا حاصل شدہ فتوحات کم از کم قومی حدود کے اندر اس کی تکمیل کا یقین فراہم کرتی ہیں؟ قطع نظر اس کے کہ باقی دنیا میں واقعات کیا رخ اختیار کرتے ہیں؟ اگرچہ اس سے پہلے ہم نے سوویت معیشت کے اہم پہلوؤں کا جس طرح تنقیدی جائزہ لیا ہے اس سے اندازہ ہو جانا چاہیے کہ اس سوال کے صحیح جواب کے نقطہ نظر سے ہم کتنے فاصلے پر ہیں تاہم بعض ابتدائی نظریاتی نقاط کے حوالے سے بھی ہم کچھ کہنا چاہئیں گے۔

مارکسزم تکنیک کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کے عمل کو ترقی کا بنیادی سرچشمہ قرار دے کر کمیونسٹ پروگرام کی تعمیر کو پیداواری قوتوں کے انقلابی کردار پر منحصر سمجھتا ہے اگر آپ یہ تصور کرتے ہیں کہ کوئی آسمانی آفت مستقبل قریب میں ہماری زمین کو تباہ کرنے کے لیے آ رہی ہے۔ تو آپ کو البتہ یہ حق حاصل ہے کہ آپ اور بہت کچھ کے علاوہ کمیونسٹ خیال آفرینی کو بھی رد کر دیں۔ تاہم ایسے خیالی خطرے کے استثنیٰ (exception) کے علاوہ ایسی کوئی سائنسی وجہ موجود نہیں ہے کہ جس کو ہم اپنی تکنیکی اور ثقافتی پیش رفتوں کے امکانات کے راستے کی حد قرار دے

سکیں۔ مارکسزم انسانی ترقی کی رجائیت سے سرشار ہے اور یہ واحد وجہ ہے جو اسے مذہب کا غیر مصالحانہ مخالف بناتی ہے۔

مارکسزم انسان کی معاشی قوت کو اس قدر بلند مادی زینے پر فرض کرتا ہے۔ جہاں انسان کی محنت بوجھ نہیں رہتی اور اسے محنت پر مجبور کرنا ضروری نہیں رہتا۔ زندگی کے وسائل میں بیش بہا اضافہ ہوتے رہنے سے ان کی تقسیم کو کسی کنٹرول کی ضرورت نہیں رہے گی (جیسے کہ آج بھی کسی کھاتے پیتے گھرانے یا کسی نفیس بورڈنگ ہاؤس میں ہوتا ہے) ماسوائے تعلیم عادات اور سماجی خیالات کی حد تک اور اگر آپ مجھے تھوڑی سی بے تکلفی کی اجازت دیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس قدر عام سے امکان کو مثالیت پسند (utopian) قرار دینا غبی پن کی علامت ہوگا۔

سرمایہ داری نے سماجی انقلاب کے حالات اور قوتیں تیار کی ہیں تکنیک' سائنس اور پرولتاریہ' تاہم کمیونسٹ ڈھانچہ فوری طور پر سرمایہ دار سماج کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ماضی سے ملنے والا مادی اور ثقافتی ورثہ اس کام کے لیے ابھی بہت ناکافی ہے۔ مزدوروں کی ریاست اپنے اولین اقدام میں ابھی ہر شخص کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یعنی اس حد تک کہ جہاں تک وہ کر سکتا ہے یا کرنا چاہتا ہے۔ نہ ہی وہ ہر شخص کو اس کی ضروریات کے مطابق معاوضہ ہی دے سکتی ہے۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس نے کتنا کام کیا ہے۔ پیداوار قوتوں کی افزائش کے لیے ضروری ہے کہ رواجاً اجرت کے مطابق ادائیگی کی جائے یعنی زندگی گذارنے کی اشیاء کی تقسیم انفرادی محنت کی پیداوار کی مقدار اور معیار کے مطابق ہو۔

مارکس نے نئے سماج کی اس اولین سطح کو کمیونزم کا سب سے نچلا مرحلہ کہا تھا اور اسے کمیونزم کے اعلیٰ ترین مرحلے سے جہاں ضرورت کی تمام نشانیاں مٹنے کے ساتھ ساتھ مادی عدم مساوات بھی ختم ہو جائے گی الگ کیا تھا۔ ان معنوں میں اکثر سوشلزم اور کمیونزم نئے سماج کے زیرین اور اعلیٰ مراحل کے تقابل کے طور پر لئے جاتے ہیں۔

سوویت حکومت کا سرکاری (ڈاکٹرائن) موقف کہتا ہے ''ہم ابھی مکمل کمیونزم تک تو اگرچہ نہیں پہنچ پائے لیکن ہم یقیناً سوشلزم حاصل کر چکے ہیں یعنی کمیونزم کا ادنیٰ مرحلہ مکمل کر چکے ہیں۔ اس کے ثبوت میں وہ صنعت میں ریاستی ٹرسٹوں' زراعت میں اجتماعی فارموں اور تجارت میں ریاستی اور امداد باہمی کی بالادستی کو پیش کرتے ہیں۔ پہلی نظر میں تو واقعی یہ سب مارکس کی نظریاتی سکیم کے مکمل طور پر مطابق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ایک مارکسسٹ یا مارکس وادی صرف ملکیت کی صورتوں میں الجھ کر محنت کی کارگزاری کے جوہر کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کمیونزم کے ادنیٰ مرحلے سے مارکس کی مراد ایسا سماج تھا جو اپنی نشوونما کے حوالے سے شروع ہی میں انتہائی ترقی یافتہ سرمایہ داری کے مقابلے میں بہرصورت اعلیٰ درجہ پر کھڑا ہو۔ نظریاتی طور پر اس تصور میں کوئی خامی نہیں کیونکہ اگر ہم عالمی سطح پر کمیونزم کے سوال کو لیں تو اپنے پہلے مرحلے میں بھی اسے سرمایہ داری سماج سے معاشی طور پر بلند سطح پر ہونا چاہیے۔

علاوہ ازیں مارکس کو توقع تھی کہ فرانسیسی اس سماجی انقلاب کی شروعات کرے گا۔ جرمن اسے جاری رکھے گا اور انگریز اسے مکمل کر دے گا۔ جہاں تک روس کا تعلق ہے۔ مارکس اسے کافی پیچھے سمجھتا تھا لیکن معروضی حقائق نے اس تصور کو درہم برہم کر دیا ہے جو کوئی بھی اب مارکس کے عالمگیر تاریخی تصور کا سوویت یونین کے مخصوص معاملے میں میکانکی طور پر اطلاق کرنے کی کوشش کرے گا وہ مایوس کن تضادات میں الجھ کر رہ جائے گا۔

روس سرمایہ داری کی عالمی زنجیر میں طاقتور ترین نہیں بلکہ کمزور ترین کڑی تھا۔ موجودہ سوویت یونین عالمی معیشت کی سطح سے قطعاً اونچا نہیں ہے بلکہ وہ تو ابھی سرمایہ دار ملکوں کو پکڑنے کی کوشش میں ہے۔ مارکس نے اگر اس سماج کو جسے سب سے زیادہ ترقی یافتہ سرمایہ داری کے عہد کی پیداوار قوتوں کی اشتراکیت کاری کی بنیاد پر استوار ہونا تھا کمیونزم کا ادنیٰ مرحلہ قرار دیا تھا تو یہ تعریف ظاہر ہے کہ سوویت یونین سے کسی صورت مطابقت نہیں رکھتی جو کہ آج تکنیکی' ثقافتی زندگی کی اچھی چیزوں کے لحاظ سے سرمایہ دار ملکوں سے کافی پیچھے ہے۔ اس لیے یہ زیادہ درست ہوگا کہ سوویت یونین کی موجودہ حکومت کو اس کی تمام تر متضادی کیفیت کے باوصف ایک سوشلسٹ حکومت نہیں بلکہ سرمایہ داری سے سوشلزم کی طرف عبور کی تیاری کرنے والی حکومت کہا جائے۔

اصطلاحاتی درستگی کی خاطر اس طرح کی تعریف میں نمائشی پن کا شائبہ موجود نہیں ہے۔ حکومتوں کی قوت اور ان کے استحکام کا دارومدار آخری مراحل میں ان کی کارگزاری ہی پر موقوف ہوتا ہے۔ ایک سوشلسٹ معیشت جسے سرمایہ داری کے مقابلے میں برتر تکنیک میسر ہو سوشلزم کی طرف اپنی نشوونما کے راستے پر پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ خود بخود بڑھتی جائے گی لیکن بدقسمتی سے یہ بات سوویت معیشت کے معاملے میں نہیں کہی جا سکتی۔

سوویت یونین کے بے ہودہ معذرت خواہوں کی اکثریت اس بارے میں مندرجہ ذیل طریقے سے دلیل بازی کرتی ہے۔ اگرچہ آپ یہ تسلیم بھی کر لیں کہ موجودہ سوویت حکومت ابھی سوشلسٹ نہیں ہے پھر بھی پیداوار قوتوں کا موجودہ بنیادوں پر آئندہ فروغ اسے جلد یا بدیر سوشلزم کی مکمل فتح تک لے جائے گا چنانچہ صرف وقت کا عنصر غیر یقینی ہے۔ اور کیا اس کے بارے میں غوغا آرائی بہت ضروری ہے؟

پہلی نظر میں ایسی دلیل چاہے کتنی ہی فتح مند دکھائی دے لیکن حقیقت میں وہ بہت سطحی ہوگی۔ جب تاریخی کارروائیوں کا مسئلہ ہو تو وقت ایک ثانوی عنصر نہیں ہوتا۔ گرائمر کی نسبت سیاست میں حال اور مستقبل کے فعلوں کو آپس میں گڈمڈ کرنا زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کسی مظہر کی نشوونما ایک ہی سیدھ میں تواتر کے ساتھ آگے کی طرف مستقل طور پر جاری نہیں رہتی جیسا کہ ویب جیسے بے ہودہ ارتقا پسندوں کا خیال ہے۔ بلکہ اس میں کئی عبور آتے ہیں جب مقدار کیفیت میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کے دوران کئی بحران اور اگاڑیں پچھاڑیں ہوتی رہتی ہیں۔ سوویت یونین چونکہ سوشلزم کے پہلے مرحلے یعنی پیداوار اور تقسیم کے متوازن نظام کی منزل سے ابھی بہت دور ہے۔ اس

خاص وجہ سے ہی اس کی نشوونما متوازن نہیں ہے۔ بلکہ تضادات کی صورت میں ہورہی ہے۔ معاشی تضادات سماجی تصادموں کا باعث ہوتے ہیں جن کی اپنی منطق ہوتی ہے جوضروری نہیں کہ پیداوارقوتوں کی نشوونما کی پابند ہو ہم ابھی دیکھ چکے ہیں کہ چوہدری کے معاملے میں یہ کتنی سچی بات تھی کہ وہ تدریجی ارتقا کر کے سوشلزم میں داخل ہونے کا قطعاً خواہش مند نہیں تھا۔ بلکہ وہ افسرشاہی اوراس کے نظریہ دانوں کو حیران کر دینے والا کسی اور ہی قسم کا انقلاب چاہتا تھا؟ کیا خود افسرشاہی جس نے تمام دولت اور اقتدار اپنے ہاتھوں میں سمیٹ رکھا ہے پرامن طور پر ترقی کر کے سوشلزم میں داخل ہونے کی خواہش مند ہے؟ اس معاملے میں شکوک وشبہات ہوسکتے ہیں تاہم اس بارے میں افسرشاہی کے اپنے قول کو حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس وقت یہ ممکن نہیں کہ اس سوال کا کوئی حتمی یا آخری جواب دیا جاسکے کہ سوویت سماج کے اندر معاشی تضادات اور سماجی تصادم اسے کس سمت لے جائیں گے یا یہ کہ آئندہ تین یا پانچ یا دس سالوں کے اندر اس کی نشوونما کی کیا صورت ہوگی اس کے نتائج کا انحصار دو زندہ سماجی قوتوں کی باہمی اویزش پر ہوگا اور وہ بھی قومی سطح پر نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر ان قوتوں کے مابین اصل رشتوں' ان کے ایک دوسری پر ردعمل اور ان کے تعلقات کے رجحانات کا ٹھوس تجزیہ کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

ہم ریاست کے معاملے میں ایسے ہی تجزیے کی اہمیت کا جائزہ لیں گے۔

پروگرام اور حقیقت:

مارکس اور اینگلز کی فکر کی روشنی میں لینن نے پرولتاری انقلاب کی اولین خصوصیت کو اس حقیقت کے روپ میں دیکھا کہ استحصال کرنے والوں کو ملکیت سے بے دخل کر دینے کے بعد یہ انقلاب سماج سے اوپر اٹھے ہوئے اس افسرشاہانہ ڈھانچے (Appratus) یعنی پولیس اور باقاعدہ فوج کے نظام کی ضرورت کو بھی ختم کر دے گا۔ ''پرولتاریہ کو ریاست درکار ہوتی ہے۔ یہ بات تو آپ کو سارے موقعہ پرست بتا سکتے ہیں۔ لینن نے 1917ء میں اقتدار پکڑنے سے دو ماہ قبل لکھا تھا۔

''لیکن یہ موقع پرست لوگ یہ بنانا بھول گئے کہ پرولتاریہ کو صرف مرتی ہوئی ریاست درکار ہوتی ہے یعنی ایسی صورت میں استوار کی گئی ریاست جو فوراً مرنا شروع کر دے اور موت سے کسی صورت بچ نہ سکے۔'' (ریاست اور انقلاب) یہ تنقید اس وقت اصلاح پسند سوشلسٹوں یعنی روسی منشویکوں' برطانوی فیبین وغیرہ کے خلاف کی گئی تھی لیکن اب یہ دوگنا قوت کے ساتھ افسرشاہانہ ریاست کے اُن سوویت پجاریوں کو نشانہ بناتی ہے جو افسرشاہانہ ریاست کے تقدس کی مالا جپتے ہیں جس کے ''مرنے کا'' ذرا بھی امکان موجود نہیں۔

افسرشاہی کی تعمیر کی سماجی ضرورت تمام ان صورتوں میں پیدا ہوتی ہے جہاں سماج میں زیادہ تیز تخالف

موجود ہوں جنہیں نرم ''ہموار'' یا باقاعدہ کرنے کی ضرورت۔ (ہمیشہ مراعات یافتہ اور صاحب جائیداد لوگوں کے حق میں اور ہمیشہ خود افسر شاہی کے حق میں) بھی پڑتی ہے۔ تمام بورژوا انقلابوں کے دوران چاہے وہ کتنے ہی جمہوری تھے ہمیشہ ہی اس افسر شاہی ڈھانچے کو مضبوط اور بہتر بنایا گیا۔ ''افسر شاہی اور باقاعدہ فوج بورژوا سماج کے جسم پر گوشت خورے (Parasite) کی طرح ہوتے ہیں۔'' لینن نے لکھا تھا۔ ''ایسا گوشت خورہ جو اس سماج کے اندرونی تضادات کا پیدا کردہ ہوتا ہے جو اس سماج کو پھاڑتے ہیں لیکن پھر ان پھٹے ہوئے حصوں کو لڑنے سے روکتا بھی یہی ہے۔''

1917ء سے جس لمحے اقتدار پکڑنے کے سوال نے پارٹی کے لیے ایک عملی صورت اختیار کر لی تھی۔ لینن اس گوشت خورے کو ختم کرنے کی فکر میں مصروف تھے۔ ''ریاست اور انقلاب'' کے ہر باب میں وہ اس بات کو بار بار دہراتے ہیں کہ کس طرح استحصالی طبقات کا تختہ الٹ کر پرولتاریہ پرانی ریاستی مشین کو تہس نہس کر دے گا۔ اور اپنا نیا ڈھانچہ یا آپریٹس ملازموں اور مزدوروں میں سے تخلیق کرے گا۔ اور ایسی تدابیر اختیار کرے گا کہ یہ لوگ افسر شاہی نہ بن سکیں۔ وہ تدابیر جن کی تفصیل کا مارکس اور اینگلز نے تجزیہ کیا تھا۔ (۱) نہ صرف انتخاب بلکہ کسی وقت بھی واپس بلانے کا اختیار (۲) معاوضہ اس سے زیادہ بالکل نہیں جتنا کہ عام مزدور کو اجرت ملتی ہے اور (۳) ایک ایسی حکومت کی طرف فوری عبور جس میں ''تمام'' مل کر کنٹرول اور نگرانی کے کام کو انجام دیں تاکہ ''تمام'' ایک وقت کے لیے ''افسر'' بن جائیں تاکہ کوئی بھی افسر نہ بن سکے۔'' آپ کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ لینن کسی ایسے کام کے بارے میں کہہ رہے ہیں جو بیسوں سالوں پر محیط ہو نہیں یہ وہ پہلے قدم ہیں جو ''ہمیں پرولتاری انقلاب کے بعد اٹھانے چاہئیں''۔ پرولتاری آمریت کے تحت ریاست کے بارے میں اس واضح تصور نے روسی انقلاب کے ڈیڑھ سال بعد بالشویک پارٹی کے پروگرام میں مکمل صورت اختیار کر لی تھی۔ ایک مضبوط ریاست مگر بغیر افسروں کے مسلح قوت مگر بغیر کپتان کے۔

دفاعی امور کسی سماج میں فوج اور افسر شاہی کی تخلیق کا سبب نہیں ہوتے بلکہ سماج کا طبقاتی ڈھانچہ ہی دفاع کے لیے معاشرے کی تنظیم سازی کرتا ہے۔ فوج سماجی رشتوں کا محض عکس ہوتی ہے یہ درست ہے کہ غیر ملکی خطرے کے خلاف جدوجہد کے دوران ایک مزدور ریاست کو بھی کسی دوسری ریاست کی طرح ایک مخصوص فوجی تکنیکی تنظیم کی ضرورت پیش آ سکتی ہے لیکن کسی صورت بھی اسے مراعات یافتہ افسروں کی ٹولی نہیں چاہیے۔ چنانچہ پارٹی کا پروگرام باقاعدہ فوج کی جگہ پر مسلح عوام کو لانا چاہتا ہے۔ لہٰذا پرولتاری آمریت کی حکومت اپنے اوائل ہی سے پرانے معنوں میں ''ریاست'' کے مفہوم سے عاری ہو جاتی ہے۔ (ایک ایسے آپریٹس کے بطور جو لوگوں کی اکثریت کو اپنا مطیع بنا کر رکھتا ہے)۔ ہتھیاروں کے ساتھ ہی مادی قوت براہ راست اور فوری طور پر مزدوروں کی تنظیموں

جیسی کہ سوویتوں کو منتقل ہو جاتی ہے۔ ریاست ایک افسر شاہی آپریٹس کے بطور اسی دن سے مرنا شروع کر دیتی ہے۔ جس دن سے مزدوروں کا اقتدار جنم لے لیتا ہے۔ یہ پارٹی کے پروگرام کی آواز ہے۔ جو آج کے دن تک منسوخ نہیں ہوا۔ لیکن یہ کیسی عجیب لگ رہی ہے جیسے کسی مقبرے میں سے کوئی بھوت بول رہا ہو۔

آپ موجودہ سوویت ریاست کی کسی طرح بھی توجیح کریں ایک بات نا قابل تردید رہے گی اور وہ یہ ہے کہ اپنے وجود کی دوسری دہائی کے آخیر میں نہ صرف یہ کہ یہ ریاست ابھی تک مری نہیں بلکہ اس نے مرنا شروع بھی نہیں کیا۔ اس سے بھی بدتر حقیقت یہ ہے کہ یہ جبر کا ایک ایسا آپریٹس بن گئی ہے جو آج سے پہلے کسی نے نہ سنا ہوگا۔ افسر شاہی نہ صرف یہ کہ غائب نہیں ہوئی بلکہ اس نے لوگوں کے لیے جگہ بنانے کی بجائے خود ایک بے لگام قوت بن کر ان پر غلبہ پا لیا ہے۔ فوج کی جگہ مسلح عوام کو لانے کی بجائے فوج میں افسروں کی مراعات یافتہ ٹولی پیدا کر دی گئی ہے۔ جن کے سر ''مارشل'' کے تاجوں سے مزین ہیں۔ جبکہ ''آمریت کے اسلحہ بردار عوام'' کو سوویت یونین میں یہاں تک مجبور کر دیا گیا ہے کہ وہ غیر دھماکہ خیز ہتھیار لے کر بھی نہیں چل سکتے۔

مارکس اینگلز اور لینن نے مزدور ریاست کے بارے میں جو تصورات پیش کئے تھے۔ سٹالن کے زیر اقتدار موجودہ سوویت ریاست کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔ اگر چہ لینن کے مضامین کی اشاعت کا کام سنسر کی طرف سے یقینی رد و بدل کے ساتھ اب بھی جاری ہے لیکن سوویت یونین کے موجودہ کرتا دھرتا اور ان کے چیلے چانٹے' پارٹی پروگرام اور موجودہ حقیقت کے درمیان پیدا ہونے والے شدید فرق کی وجوہات کے بارے میں سوال اٹھانے سے بھی قاصر ہیں ان کے لیے یہ کام سرانجام دینے کی کوشش ہم کریں گے۔

مزدور ریاست کا دوغلا کردار

پرولتاری آمریت' بورژوا سماج اور سوشلسٹ معاشرے کے مابین پل کی طرح ہوتی ہے۔ اس لیے اپنے جوہر کے لحاظ سے یہ عبوری کردار کی حامل ہوتی ہے۔ اس کا ایک ثانوی لیکن ضروری کام یہ بھی ہوتا ہے کہ خود اپنے وجود کی تنسیخ کی تیاری بھی کرتی رہے۔ اس ثانوی کام میں پیش رفت کی رفتار کسی حد تک اس کے اصل کام کی کامیابی کا پیمانہ ہوتی ہے۔ پرولتاری آمریت کا اصل مشن تو غیر طبقاتی سماج کی تعمیر ہی رہتا ہے جس میں (معاشرتی) مادی تضادات نہ ہوں۔ افسر شاہی اور سماجی ہم آہنگی کے درمیان معکوس تناسب ہوتا ہے۔

ڈیورنگ کے خلاف اپنے مشہور مباحثے میں اینگلز نے لکھا تھا۔ ''جس وقت طبقاتی جبر اور انفرادی بقا کی جدوجہد (جو موجودہ پیداوار میں انارکی کی پیدا کردہ ہیں) کے ساتھ وہ لڑائیاں اور زیادتیاں بھی ختم ہو جائیں گی جو اس جدوجہد سے پیدا ہوتی ہیں تب اس وقت اور اس سے آگے کسی کو دبانے کے لیے خاص آلے (ریاست) کی

ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔'' صرف جاہل ہی افسر شاہی کو ابدی ادارہ قرار دیتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کی لگامیں صرف اس وقت تک افسروں کے ہاتھ میں ہیں جب تک کہ انسان فطرت کی لگام پوری طرح اپنے ہاتھوں میں نہیں لے لیتا۔ اس لیے ریاست کے غائب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ''طبقاتی جبر اور اس کے ساتھ انفرادی بقا کی جدوجہد'' غائب کر دی جائیں۔ اینگلز اس دو شرائط کو اس لیے جوڑتے ہیں کہ سماجی حکومتوں کی تبدیلی کے لیے بیسوں سال کی مدت نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن یہ چیز ان انسانی نسلوں کو مختلف معلوم ہوتی ہے جنہوں نے انقلاب کا بوجھ اٹھا رکھا ہو۔ یہ سچ ہے کہ سرمایہ دارانہ انارکی ہی ایک فرد کی تمام معاشرے کے خلاف جدوجہد کی ذمہ دار ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ وسائل پیداوار کی اشتراکیت کاری بھی خود بخود ''فرد کی اپنی بقا کے لیے جدوجہد'' کو ختم نہیں کر دیتی سوال کا اصل جوہر یہی ہے۔

مثال کے طور پر اگر آج امریکہ کو بھی ایک سوشلسٹ ریاست بنا دیا جائے تو سب سے ترقی یافتہ سرمایہ داری کی بنا پر وہاں بھی ہر شخص کو فوری طور پر وہ سب کچھ نہیں مل سکے گا۔ جس کی اسے ضرورت ہوگی۔ لہذا وہاں بھی ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ پیداوار کرنے کی مجبوری ہوگی۔ ان حالات میں ترغیب کار کی ذمہ داری قدرتی طور پر ریاست پر آن پڑے گی جو سوائے اس کے کہ چند ترمیموں اور تبدیلیوں کے ساتھ سرمایہ داری کے اجرتی طریق کار کو کچھ وقت کے لیے جاری رکھے۔ یہ انہی معنوں میں تھا جب مارکس نے 1875ء میں یہ لکھا ''بورژوا سماج کی کوکھ سے طویل دردزہ کے بعد پیدا ہونے والے کمیونسٹ سماج کے ابتدائی مرحلے میں بورژا قانون ناگزیر رہتا ہے۔'' ''قانون کسی سماج کے معاشی ڈھانچے اور ثقافتی سطح سے کبھی بلند نہیں ہو سکتا''۔ جو اس ڈھانچے کی بدولت پیدا ہوا ہو'' ان قابل توجہ سطور کی لینن نے اس طرح وضاحت کی ہے۔ ''بورژوا قانون' البتہ اشیائے صرف کی تقسیم کے لحاظ سے ایک بورژوا ریاست کو ناگزیر سمجھتا ہے کیونکہ ایسے آپریٹس کے بغیر جو اس کی قانونی منشاء کے مطابق اس پر عمل درآمد کرائے جانے کے قابل نہ ہو تو وہاں قانون کی بذات خود کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (ہم ابھی تک لینن کا حوالہ دے رہے ہیں) کمیونزم کے دور میں نہ صرف یہ کہ بورژوا قانون کچھ عرصہ کے لیے باقی رہے گا بلکہ بورژوا ریاست بھی رہے گی لیکن بورژوازی کے بغیر۔

یہ انتہائی بامعنی نتائج جنہیں سوویت ریاست کے سرکاری نظریہ دان مکمل طور پر نظر انداز کر چکے ہیں۔ سوویت ریاست کی ہیت کو سمجھنے میں فیصلہ کن حیثیت کے حامل ہیں بلکہ زیادہ درست ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ ریاست کی حیثیت کو سمجھنے کی طرف پہلے قدم کے بطور وہ ریاست جو سماج کی اشتراکیت کاری کا کام اپنے ذمے لیتی ہے۔ جہاں تک اسے ایک مراعات یافتہ اقلیت کے مفادات یا عدم مساوات کے تحفظ کے لیے اسے جبری طریق کار اختیار کرنا پڑتا ہے اس حد تک وہ ''بورژوا ریاست ہی رہتی ہے اگرچہ ''بورژوازی کے بغیر'' یہ الفاظ نہ تو تعریفی

ہیں اور نہ پرامید یہ تو محض چیزوں کو ان کے اصلی نام سے پکارتے ہیں۔

تقسیم پیداوار کے بورژوا طریقوں سے مادی قوتوں کی نشوونما کے ذریعے اشتراکی مقاصد کی خدمت ہونی چاہیے لیکن صرف آخری مراحل کے لحاظ سے۔ ریاست شروع ہی سے اور براہ راست دوغلا کردار ادا کرنے لگتی ہے۔ جس حد تک وہ وسائل پیداوار میں سماجی ملکیت کی حفاظت کرتی ہے وہ اشتراکی ہوتی ہے۔ اور جب تقسیم پیداوار کا کام سرمایہ دارانہ پیمائش قدر کے حساب سے انجام دیتی ہے اور اس سے جو نتائج نکلتے ہیں اس حد تک ریاست کا کردار بورژوا ہوتا ہے۔ ریاست کی اس طرح کی متضاد کردار نگاری عقیدہ پرستوں اور خالص علم پرستوں کو خوفزدہ کرسکتی ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ ہم صرف تاسف کا اظہار ہی کرسکتے ہیں۔

مزدور ریاست کی اصل فطرت کا تعین اس کی اشتراکی اور بورژوا خصوصیات کے مابین بدلتے رشتوں کی بنا پر ہی ہوسکتا ہے اس کی ایک اشتراکی ریاست میں فتح مند تبدیلی کا ثبوت تو افسروں کے ہمیشہ کے لیے خاتمے ہی سے کیا جانا چاہیے جس کا مطلب ہے ریاست کی بجائے خود پر حکومت کرنے والا معاشرہ! صرف اس اکیلی وجہ سے بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ سوویت افسر شاہی کا مسئلہ فی نفسہٖ اور اپنے اثرات دونوں لحاظ سے کس قدر سنگین ہے۔

ریاست کے بارے میں مارکس کے تصور کو لینن نے اپنی دانش مندانہ صلاحیتوں کے ساتھ جس خوبی سے نکھار کر پیش کیا ہے اس سے آئندہ پیش آنے والی مشکلات ظاہر ہوگئی ہیں (لینن کی اپنی مشکلات بھی) اگرچہ وہ اپنے تجزیے کو آخر تک جاری رکھنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ایک بورژوا ریاست بلا ''بورژوازی کے'' اصل سوویت جمہوریت کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔ دوغلے کردار نے اس کے ڈھانچے پر برا اثر ڈالا جس کی نظریہ اچھی طرح پیش بینی نہ کرسکا۔ وہ عمل نے ظاہر کر دی۔ اگر اشتراکی ملکیت کی بورژوا ردانقلاب سے حفاظت کے لیے مسلح مزدور ریاست کی ضرورت مناسب حال تھی تو دوسری طرف تقسیم پیداوار کے شعبے میں عدم مساوات کو برقرار رکھنا ایک بالکل مختلف بات تھی۔ جس سے مراعات چھین لی گئی ہوں انہی سے اس بات کی توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ مراعات پیدا کریں۔ اور ان کا دفاع بھی کریں۔ اقلیت کی مراعات کی فکر اکثریت نہیں کرسکتی۔ چنانچہ مزدور ریاست مجبور ہوگئی کہ ''بورژوا قانون'' کے دفاع کے لیے بورژوا قسم کے ایک آلے یعنی وہ پرانی افسریت کو نئی شکل میں تخلیق کرلے۔

ہم نے اس طرح بالشویک پروگرام اور سوویت حقیقت کے مابین جو بنیادی تضاد ہے اس کو سمجھنے کی طرف پہلا قدم اٹھایا ہے۔ اگر بجائے مرجھانے کے ریاست زیادہ سے زیادہ مطلق العنان ہوتی جائے اور محنت کشوں کے نگران دستے افسر شاہی کا روپ اختیار کرلیں اور یہ افسر شاہی نئے سماج کے اوپر سوار ہو جائے تو یہ ان ثانوی وجوہات کی طرح نہیں ہے جو ''نفسیاتی ورثہ کے طور پر ماضی سے ملی ہوں'' بلکہ یہ اس آہنی ضرورت کی پیدا کردہ ہے

کہ جب تک حقیقی مساوات کی ضمانت ممکن نہیں۔ ایک مراعات یافتہ اقلیت کو جنم دیا جائے تاکہ وہ اپنے مفادات کی حفاظت کر سکے۔

افسر شاہی کے رجحانات جو ہر سرمایہ دار ملک میں مزدور تحریک کا گلا گھونٹتے ہیں پرولتاری انقلاب کے بعد بھی ہر جگہ باقی رہتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل عیاں ہے کہ معاشرہ جس میں مزدور انقلاب جنم لیتا ہے جتنا غریب ہوگا اسی قدر اس میں اس ''بورژوا'' قانون کا اظہار بھی ننگا اور سخت ہوگا۔ اتنی ہی کرخت افسر شاہی کی صورت ہوگی۔ اور اشتراکیت کی نشوونما کے لیے اتنا ہی خطرناک ماحول ہوگا سوویت ریاست کو نہ صرف مرنے سے بلکہ اس گوشت خور افسر شاہی سے آزادی حاصل کرنے سے بھی روکا گیا ہے اور روکنے والی قوت پرانے حکمران طبقوں کا ورثہ نہیں ہے جیسا کہ سٹالن کا سرکاری ڈاکٹرائن اعلان کرتا ہے کیونکہ ورثہ اپنے طور پر بے اثر ہو چکا ہے اس کو روکنے والے عناصر مقابلتاً زیادہ قوی ہیں مثلاً مادی احتیاج ثقافتی پس ماندگی اور اس سے پیدا ہونے والا بورژوا قانون کا غلبہ جو ہر شخص کو فوراً اور سختی سے محسوس کراتا ہے کہ وہ اپنی ذات کی بقا کا بندوبست کرے۔

احتیاج کی عمومیت کاری اور افسریت:

کمیونسٹ مینی فیسٹو لکھنے سے دو سال پہلے نوجوان مارکس نے لکھا تھا ''پیداآور قوتوں کی نشوونما___ کمیونزم کی ابتدا کے لیے انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر احتیاج عمومی بن جاتی ہے اور احتیاج کے ساتھ زندگی کی ضروریات کی جدوجہد دوبارہ شروع ہو جاتی ہے اور اس کا مطلب ہے تمام پرانی غلاظتوں کا دوبارہ احیاء۔ اس خیال کو مارکس نے براہ راست آگے نہیں بڑھایا اور اس کی وجہ اتفاقی نہیں تھی۔ بلکہ یہ تھی کہ اس نے کسی پس ماندہ ملک میں پرولتاری انقلاب کو جنم لیتے ہوئے تصور نہیں کیا تھا۔ لینن نے بھی اس سوال پر کبھی غور نہیں کیا تھا اور یہ بھی محض اتفاقی نہیں تھا۔ اس نے روسی ریاست کی تنہائی کی اس قدر طوالت کا تصور تک نہیں کیا تھا۔ (یا ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں پرولتاری انقلاب کی شروعات میں اتنی تاخیر کا تصور تک نہیں کیا تھا) تاہم مارکس کے نزدیک محض ایک مجرد تصور یا اس کے مخالف حوالے کے بطور اس کا ذکر ایک ناگزیر نظریاتی چابی جیسا ہے جو سوویت حکومت کی ٹھوس مشکلات اور اس کی بیماری کے تالے کو کھول دیتی ہے۔

ایک تاریخی افلاس کی بدولت جسے سامراجی جنگوں اور اندرونی خانہ جنگیوں نے اور بھی بڑھا دیا تھا انفرادی بقا کی جدوجہد بورژوازی کا تختہ الٹ جانے کے اگلے دن نہ صرف کہ غائب نہ ہوئی اور نہ ہی اگلے کئی سالوں تک اس میں کمی نہ آئی بلکہ اس کے برعکس بعض اوقات اس میں بے مثال شدت بھی آئی۔ کیا ہمیں یہ یاد کرانے کی ضرورت ہے کہ ملک کے بعض حصوں میں حالات دو مرتبہ اتنے خراب ہو گئے تھے کہ نوبت مردم خوری تک جا پہنچی

تھی؟

مغرب سے زار شاہی روس کتنے فاصلے پر ہے؟ اس کا حقیقی جائزہ تو اب لیا جا سکتا ہے مناسب ترین حالات میں یعنی داخلی خلفشاروں اور بیرونی مصائب کی عدم موجودگی میں بہت سے پانچ سالہ منصوبوں کا عہد سوویت یونین کو درکار ہوگا۔ اس سے پہلے کہ وہ ان معاشی اور علمی کاوشوں کو نئے سرے سے جذب کر سکے جن کو حاصل کرنے میں دنیا کے سب سے پہلے کی سرمایہ دار تہذیبوں نے صدیاں صرف کی تھیں۔ قبل از اشتراکیت مسائل کو حل کرنے کے لیے اشتراکی طریق کار کا اطلاق کرنا۔ یہ ہے سوویت یونین میں اس وقت انجام دیے جانے والے معاشی اور ثقافتی امور کا جوہر۔

یقیناً سوویت روس مارکس کے عہد کے ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کے مقابلے میں پیداوار قوتوں کے لحاظ سے بہت آگے ہے۔ لیکن سب سے پہلے دو حکومتوں کی تاریخی رقابت کے لحاظ سے اگر ان کی سطح کا جائزہ لیا جائے تو سوویت معیشت کا موازنہ ہٹلر، بالڈون اور روز ویلٹ کی سرمایہ داری سے کیا جائے گا نہ کہ سمارک، پامرسن یا ابراہم لنکن کی سرمایہ داری سے۔ اور دوسرے انسانی طلب کا سکوپ عالمی تکنیک میں اضافے سے بنیادی طور پر بدل جاتا ہے۔ مارکس کے ہمعصروں کو ہوائی جہازوں کاروں، ریڈیو اور متحرک تصویروں وغیرہ کی بابت کچھ معلوم نہ تھا۔ لیکن آج ان اشیاء کے آزادانہ استعمال کی خوشیوں کے بغیر کسی اشتراکی معاشرے کا تصور تک کرنا محال ہے۔

مارکس کی اصطلاح کے مطابق ''کمیونزم کا ادنیٰ مرحلہ'' اس سطح سے شروع ہوتا ہے جو سب سے ترقی یافتہ سرمایہ داری نزدیک سے آئی ہو۔ آنے والے سوویت پانچ سالہ منصوبے کا اصل پروگرام تو ''یورپ اور امریکہ کو پکڑنا'' ہے، سوویت یونین جیسے وسیع و عریض ملک میں ریلوں، سڑکوں کا جال بچھانا اور موٹر وے راستوں کی تعمیر کا کام امریکہ سے آٹو موبائل پلانٹ منگوا کر نصب کرنے کی نسبت کہیں زیادہ وقت اور مصارف کا حامل ہے۔ کتنے سال درکار ہوں گے کہ روسی شہری اپنی کار پر سوار ہو کر اپنی مرضی سے جہاں چاہیں جا سکتے ہوں گے؟ بربریت کے دور میں گھڑ سوار اور پیدل شخص دو طبقوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ کار بھی سماج میں وہی فرق پیدا کرتی ہے جو گھوڑے کی کاٹھی کرتی تھی۔ جب تک ایک ادنیٰ قسم کی فورڈ کار صرف ایک محدود اقلیت کی پہنچ میں رہتی ہے اس معاشرے میں ہر وہ رواج اور رشتے باقی رہیں گے جو بورژوا معاشرے کا خاصہ ہیں اور ان کے ساتھ ہی عدم مساوات کا محافظ، ریاست بھی باقی رہتی ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں پرولتاری آمریت کے مارکسی نظریے کی بنیاد پر استدلال کرتے ہوئے لینن اس سوال پر لکھی گئی اپنی کتاب ''ریاست اور انقلاب'' میں یا پارٹی پروگرام میں تمام ضروری نتائج اخذ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو اس ملک کی پسماندگی اور علیحدگی کے باعث ریاست کے کردار سے متعلق پیدا ہو سکتے تھے۔

پارٹی پر عوام میں افسر شاہی کے احیاء کو محض عوام کی نظم و نسق کے کام سے عدم واقفیت اور جنگ کی پیدا کردہ خاص مشکلات کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے ''افسر شاہی تحزیب'' کے تدارک کے لیے محض سیاسی تدابیر تجویز کی گئی ہیں مثلاً تمام مزدور نمائندوں کا انتخاب اور انہیں واپس بلانے کا طریقہ، مادی مراعات کا خاتمہ، عوام کی طرف سے موثر کنٹرول وغیرہ۔ یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ اس راستے سے ایک افسر ایک باس (Boss) کے درجے کو چھوڑ کر ایک عام تکنیکی ایجنٹ بن جائے گا اور یوں ریاست تدریجی طور پر اور غیر محسوس طریقے سے منظر سے غائب ہوتی جائے گی۔

آنے والی مشکلات کا کم اندازہ لگانے کی واضح طور پر اس حقیقت سے وضاحت ہوتی ہے کہ پروگرام کو تمام تر بین الاقوامی حالات کی بنیاد پر مرتب کیا گیا تھا۔ ''روس میں اکتوبر انقلاب نے پرولتاری آمریت کو حاصل کر لیا ہے۔ عالمی پرولتاری کمیونسٹ انقلاب کا عہد شروع ہو چکا ہے''۔ یہ پروگرام کے تمہید فقرے تھے۔ ان کے خالقوں کے آگے نہ صرف یہ کہ ایک ملک میں سوشلزم کی تعمیر کا مقصد نہ تھا۔ اس وقت یہ خیال کسی کے دماغ میں داخل نہیں ہوا تھا اور سٹالن کے دماغ میں تو اس کا سب سے آخر میں احتمال ہو سکتا تھا..... بلکہ انہوں نے اس سوال کو چھوا تک نہیں تھا کہ اگر سوویت یونین کو دو دہائیوں سے بھی طویل سالوں تک علیحدگی کی حالت میں رہنے پر مجبور کیا گیا تو اس دوران ریاست کا کیا کردار ہوگا۔ جب وہ ان معاشی اور ثقافتی مسائل کو حل کر لے گی جو ترقی یافتہ ملک بہت دیر پہلے حل کر چکے ہیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد کے انقلابی بحران کے باوجود یورپ کے کسی ملک میں سوشلزم کو فتح حاصل نہ ہو سکی۔ سماجی جمہوریت پسندوں نے سرمایہ داروں کو بچا لیا۔ وہ وقت جو لینن اور ان کے رفیقوں کو سانس لینے کی مہلت معلوم ہوتا تھا، طویل تاریخی عہد پر پھیل گیا۔ U.S.S.R کا متضاد سماجی ڈھانچہ اور اس کی ریاست کا جدید افسر شاہانہ کردار اس عجیب اور نادیدہ تاریخی وقفے کا نتیجہ براہ راست ہیں۔ اسی وقفے کے کارن سرمایہ دار ملکوں میں فاشزم اور اس سے پہلے کے سماجی ردعمل پیدا ہوئے۔

جب سوویت یونین میں ریاست کو افسر شاہی سے نجات دلانے کی پہلی کوشش اس لیے ناکام ہو گئی کہ سوویت عوام خود احتیاری حکومت سے مانوس نہ تھے اور سوشلزم کے آدرش کو پوری طرح سمجھنے اور خود کو اس کاز کے لیے وقف کرنے والے کارکنوں کا فقدان تھا تو ان فوری مشکلات کے علاوہ عوام کو اور بھی کٹھن مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ پارٹی پروگرام کی طرف سے ریاست کے معاملات کم کرنے کے تقاضے..... جبر کے عنصر میں متواتر کمی لانے اور حساب کتاب رکھنے اور نگرانی تک محدود رہنے..... نے بھی عوام میں نسبتاً خود اطمینانی کی کیفیت کو جنم دیا۔ لیکن یہی اہم شرط غائب ہو گئی۔ مغرب سے کوئی مدد نہ پہنچ سکی جمہوری سوویتوں کے سامنے جب ہمہ وقت یہی سوال درپیش رہے کہ ان مراعات یافتہ لوگوں کو کس طرح مطمئن کیا جائے جن کا وجود ملکی دفاع، صنعت، تکنیک اور

سائنس کے لیے ضروری تو لامحالہ ان کی قوت برداشت جواب دے جائے گی۔ اس مانے ہوئے ''غیر اشتراکی'' دس سے لے کر ایک کو دینے کے.....عمل کے دوران تقسیم پیداوار کے شعبے میں طاقتور سپیشلسٹوں کی ٹولیاں معرض وجود میں آ کر پروان چڑھتی گئیں۔

ایسا کیوں ہوا؟ اور یہ کیونکر ہوا کہ حالیہ برسوں کے معاشی کارناموں کے باوجود عدم مساوات میں کمی آنے کی بجائے اس میں اور تیزی آتی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ افسر شاہی کی رعونت میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ اس نے مرجھانے کی بجائے نظم ونسق کے باقاعدہ نظام کا درجہ حاصل کر لیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پیشتر آیئے دیکھتے ہیں کہ سوویت افسر شاہی کے اعلیٰ حکمران اپنی حکومت کے بارے میں کیسی رائے رکھتے ہیں۔

سوشلزم کی مکمل فتح ''اور آمریت کے لیے کمک'':

طبقے کے بطور چوہدریوں کے خاتمے کی مہم کے دوران حالیہ برسوں میں کئی بار یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ''سوویت یونین میں سوشلزم نے مکمل فتح حاصل کر لی ہے''۔ 30 جنوری 1931ء کو ''پراودا'' نے سٹالن کی ایک تقریر کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا تھا۔ ''دوسرے پنج سالہ منصوبے کی مدت کے دوران ہمارے ملک سے سرمایہ داری کے بچے کھچے باقی نشانات بھی معدوم ہو جائیں گے''۔ (اس پر زور دیا گیا ہے) صرف اس تصور کے نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو لامحالہ اس عرصے کے دوران ''ریاست کو بھی مرجھانا'' چاہیے تھا کیونکہ جب سرمایہ داری کے آخری نشانات بھی مٹا دیئے جائیں تو ریاست کا وہاں کام ہی کیا رہ جاتا ہے؟ اس موضوع پر پارٹی کا پروگرام کہتا ہے ''سوویت طاقت اعلانیہ یہ کہتی ہے اور تسلیم کرتی ہے کہ ہر طبقاتی معاشرے میں ریاست کا ناگزیر طبقاتی کردار ہوتا ہے اور ایسا تب تک رہے گا جب تک کہ معاشرہ طبقوں میں تقسیم رہتا ہے۔ طبقاتی معاشرے کے ساتھ ہی ریاست کا خاتمہ بھی ہو جائے گا''۔

جب ماسکو کے بعض غیر محتاط نظریہ دانوں نے سرمایہ داری کی ان باقیات کو مٹا دینے کے عمل سے ریاست کے مرجھانے کی کیفیت کا ضروری نتیجہ نکالنے کی کوشش کی تو افسر شاہی نے فوراً ایسے نظریات کو انقلاب دشمن قرار دے ڈالا۔ افسر شاہی کہاں نظریاتی غلطی کر رہی ہے؟ بنیادی دعوے میں یا نتائج اخذ کرنے میں؟ ایک میں.....اور دوسرے میں.....یعنی دونوں جگہ۔ مکمل فتح کے پہلے اعلان پر لیفٹ اپوزیشن نے جواباً کہا تھا ''آپ کو رشتوں کی سماجی قانونی صورتوں تک محدود نہیں رہنا چاہیے جو کہ باہم متضاد ہیں اور پختہ نہیں ہوئیں اور زراعت میں تو ابھی بہت غیر مستحکم ہیں۔ اصل بنیادی کلیہ تو پیداآور قوتوں کی سطح کا ہے جس سے تجرید کرنی ہوتی ہے جہاں تک قانونی صورتوں کا تعلق ہے ان کا انحصار تکنیکی معیار کی سطح کے لحاظ سے سماجی رشتوں کے مواد پر ہوتا ہے۔ ''قانون اس

معاشی ڈھانچے اور ثقافتی سطح سے کبھی بلند نہیں ہوتا جو اس ڈھانچے کی بدولت پیدا ہوا ہو'' (مارکس)

ملکیت کی سوویت صورتیں جو جدید ترین امریکی تکنیک کی بنیاد پر معاشی زندگی کے تمام شعبوں میں وجود لے چکی ہوں وہی حقیقی طور پر سوشلزم کا پہلا مرحلہ ہوسکتی ہیں۔ ایسی سوویت صورتیں جو محنت کی کارگذاری میں کم درجے پر ہوں صرف عبوری حکومت کی عکاس ہوتی ہیں جن کی قسمت کا ابھی تاریخ نے آخری فیصلہ نہیں کیا ہوتا۔

1932ء میں ہم نے لکھا تھا ''کتنی خوفناک بات ہے کہ ملک قحط اشیاء کی صورت حال سے نکل نہیں سکا۔ ہر قدم پر رسد رکی ہوئی ہے۔ بچوں کے لیے دودھ نہیں ہے۔ لیکن سرکاری بزرجمہر اعلان فرما رہے ہیں کہ ملک سوشلزم کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ اس سے زیادہ سوشلزم کے نام کو کس طرح بدنام کیا جاسکتا ہے''؟ کارل ریڈک نے جواب سوویت حکمران حلقوں میں ممتاز صحافی شمار ہوتا ہے۔ 1932ء مئی میں ایک لبرل جرمن برلن تیج بلوت) کے خصوصی شمارے میں (جو U.S.S.R کے بارے میں تھا) مندرجہ ذیل لفظوں میں لکھا تھا جو امر ہو چکے ہیں۔ ''دودھ گائیوں سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ سوشلزم سے۔ اور آپ واقعتاً سوشلزم کو ایک ایسے ملک کے تصور کے ساتھ خلط ملط کرلیں گے جہاں دودھ کی نہریں بہہ رہی ہوں اگر آپ نے اس حقیقت پر غور نہ کیا کہ وہ ملک ایک وقت میں ترقی کے اعلیٰ زینے پر کیسے ہوسکتا ہے جس کے عوام الناس کے مادی حالات میں کافی اضافہ نہ کیا گیا ہو''؟ یہ سطریں اس وقت لکھی گئی تھیں جب ملک ایک خوفناک قحط کی حالت سے دوچار تھا۔

سوشلزم ایک منصوبہ بند پیداوار کا ڈھانچہ ہے جو انسانی ضروریات کی بہتر تسکین کرسکتا ہے ورنہ یہ اس نام کا قطعاً مستحق نہیں ہوسکتا۔ اگر گائیوں کو اشتراکی ملکیت میں لے لیا جائے اور ان کی تعداد تھوڑی ہو یا گائیوں کے ہوانے چھوٹے ہوں تو دودھ کی رسد کم ہونے سے جھگڑے شروع ہوجائیں گے۔ شہروں اور دیہات کے درمیان .....اجتماعی فارموں اور انفرادی کسانوں کے درمیان یا محنت کشوں کی مختلف پرتوں کے یا سارے مشقت کرنے والے عوام اور افسر شاہی کے درمیان۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کسانوں نے گائیوں کی ''اشتراکیت کاری کے باعث ہی ان کا قتل عام کیا تھا۔ احتیاج کی پیدا کردہ سماجی لڑائیاں اپنی باری میں اس ''پرانی'' غلاظت کا ''احیاء کردیتی ہیں''۔ یہ تھا مختصراً ہمارا جواب۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی ساتویں کانگرس نے 20 اگست 1935 میں ایک قرارداد میں حلفیہ طور پر اس بات کی تائید کی تھی کہ قومیائی ہوئی صنعت کی مجموعی کامیابیوں' اجتماعی فارموں میں حاصل کردہ فتوحات' سرمایہ دارانہ عناصر کی سرکوبی اور چوہدریوں کے بطور طبقہ خاتمے سے ''سوویت یونین میں سوشلزم آخری اور ناقابل واپسی فتح حاصل کرچکا ہے اور پرولتاری آمریت کی ریاست ہم جہت طور پر مضبوط ہوگئی ہے''۔ لیکن اپنی تمام تر شوخی تحریر کے باوجود کمیونسٹ انٹرنیشنل کی یہ شہادتی تحریر خود اپنی تردید کررہی ہے۔ اگر سوشلزم کو ناقابل واپسی اور آخری فتح حاصل

ہو چکی ہے نہ صرف بطور ایک اصول بلکہ ایک زندہ سماجی حکومت کی صورت میں تو پھر آمریت کے لیے نئی کمک کی بات سوائے بے ہودگی کے اور کچھ نہیں دوسری طرف اگر آمریت کے لیے کمک کا حقیقی تقاضا حکومت کی طرف سے کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سوشلزم کی فتح ابھی بہت دور ہے۔ نہ صرف ایک مارکس وادی بلکہ کوئی بھی حقیقت پسند سیاسی مفکر اس بات کو سمجھ لے گا کہ آمریت کے لیے ''کمک'' مہیا کرنے کی ضرورت سرکاری تشدد .....غیر طبقاتی ہم آہنگی کا نہیں بلکہ نئے سماجی تضادموں کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اس سب میں کیا بات چھپائی گئی ہے۔ گذارے کے ناکافی وسائل جو محنت کی کم کارگزاری کا نتیجہ ہیں۔

لینن نے ایک دفعہ سوویت طاقت + بجلی کاری کو سوشلزم قرار دیا تھا۔ اس ایپی گرام جس کا یک طرفہ پن وقتی پراپیگنڈے کی ضرورت کی بدولت تھا۔ سرمایہ دارانہ معیار کی بجلی کاری کے لیے کم از کم ایک پیش رفت کی علامت تو بن سکتا تھا۔ اس وقت سوویت یونین میں ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کے مقابلے میں آبادی کے لحاظ سے فی کس بجلی کی قوت کی پیداوار 1/3 ہے۔ اگر آپ اس بات کو بھی زیر غور لائیں کہ سوویتوں نے اس دوران ایسے آپریٹس کو جگہ دی ہے جس نے عوام سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ تو کمیونسٹ انٹرنیشنل کے پاس اس کے سوا اعلان کرنے کے لیے اور کیا رہ جاتا ہے کہ سوشلزم۔ افسر شاہی کی طاقت + سرمایہ دار ملکوں کی بجلی کاری کا 1/3 اس طرح کی تعریف فوٹو گرافی کے طور پر تو بالکل درست ہوگی لیکن سوشلزم کے لئے تو یہ کافی نہیں ہے۔

سٹاخانوف کی تحریک کے دوران 1935ء میں کانفرنس کے سرکاری مقاصد کو پیش نظر رکھے سٹالن نے غیر متوقع طور پر اعلان کیا تھا۔ ''سوشلزم کیسے اور کیوں سرمایہ دار معیشت پر لازمی فتح پالے گا؟ کیونکہ یہ محنت کی اعلیٰ کارگزاری دے سکتا ہے''۔ اس سوال پر کمیونسٹ انٹرنیشنل کی قرارداد کو دو ماہ قبل مسترد کرتے ہوئے اور اپنے اکثر سرکاری اعلانات کے برعکس سٹالن یہاں سوشلزم کی مستقبل میں فتح کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی سوشلزم سرمایہ داری نظام پر اس وقت فتح پائے گا جب وہ محنت کی کارگزاری میں سرمایہ داری سے آگے نکل چکا ہوگا۔ نہ صرف گرائمر کے لحاظ سے فعل اور زمانہ بدلتا ہے بلکہ سماجی معیار بھی لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یقیناً سوویت شہریوں کے لیے عام راہ عمل یا پارٹی لائن کی مطابقت اختیار کرنا آسان کام نہیں ہے۔

آخری بات یہ کہ یکم مارچ 1936 کو رائے ہاورڈ کے ساتھ اپنی گفتگو میں سٹالن نے سوویٹ حکومت کی یہ تعریف کی کہ ''وہ سماجی تنظیم جو ہم نے تخلیق کی ہے سوویٹ سوشلسٹ تنظیم کہی جا سکتی ہے اگرچہ یہ کام ابھی پوری طرح سے مکمل نہیں لیکن اس کا جنم بطور معاشرے کی سوشلسٹ تنظیم کے ہی ہے۔'' ارادتاً مبہم انداز میں کی گئی اس تعریف میں اتنے ہی تضادات ہیں جتنے کہ اس میں الفاظ۔ سماجی تنظیم کو ''سوویٹ سوشلسٹ'' کا نام دیا گیا ہے لیکن سوویٹس تو ریاست کی اشکال ہیں اور سوشلزم سماجی حکومت ہے۔ یہ تعیین نہ صرف یہ کہ ہم آہنگ نہیں بلکہ ہمارے

مفاد کے حوالے سے متخاصم ہیں۔ جہاں تک کہ سماجی تنظیم سوشلسٹ بن چکی ہے، اتنا ہی سوویٹس کو ختم ہو جانا چاہئے جیسا کہ کسی عمارت کی تعمیر کے بعد اس کا قالبوت غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ سٹالن اس کی تصحیح کرتا ہے کہ ''سوشلزم ابھی تک پوری طرح سے مکمل نہیں۔'' ان الفاظ ''پوری طرح سے'' کا کیا مطلب ہے؟ پانچ فی صد یا پچھتر فی صد؟ وہ ہمیں اس کا مطلب نہیں بتاتے جس طرح وہ یہ واضح نہیں کرتے کہ معاشرے کی اس تنظیم کا کیا مفہوم ہے جو ''اپنی بنیاد میں سوشلسٹ'' ہے۔ ان کی مراد جائداد کی اشکال یا تکنیک کی اشکال ہیں؟ تعریف کا یہ مبہم انداز واضح کرتا ہے کہ وہ 1931 اور 1935 میں جاری کردہ زیادہ لگے بندھے فارمولوں سے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اسی راستے پر اگلا قدم یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہر سماجی تنظیم کی جڑیں پیداواری قوتیں ہوا کرتی ہیں اور یہ کہ سوویت جڑ ابھی اتنی طاقت ور جڑ نہیں ہے کہ سوشلسٹ تنے اور اس کے تاج.....انسانی فلاح.....کو سہار سکے۔

.....☆.....